ہری چگ

نگہت سیما

تائی جیراں کو میں نے پہلی بار اس وقت دیکھا تھا' جب میری عمر دس سال تھی۔ میرے ابو آرمی میں میجر تھے اور آئے دن کی ٹرانسفر کی وجہ سے انہوں نے مجھے مری میں داخل کروادیا تھا۔ دسمبر کا اینڈ تھا اور میں چھٹیاں گزارنے جہلم آیا ہوا تھا۔ ان دنوں ابو کی پوسٹنگ جہلم میں تھی۔ گاؤں سے نانا کا خط آیا تھا اور پتا نہیں ابی خط میں کیا لکھا تھا کہ امی فوراً" گاؤں جانے کو تیار ہو گئیں۔ بیٹ مین کو ڈھیروں ہدایتیں دے کر امی صبح نکلیں اور ہم دوپہر سے پہلے گاؤں پہنچ گئے تھے۔

نانا کا گھر بہت بڑا تھا۔ پہلے ایک بڑا احاطہ پھر رہائشی گھر جس کا مین دروازہ احاطے میں کھلتا تھا۔ احاطے میں ہی ایک طرف جانوروں کا کوٹھا تھا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی بڑا سا صحن تھا۔ صحن میں دیواروں کے ساتھ کیاریاں تھیں اور دھریک' جامن اور شہتوت کے درخت تھے۔ صحن پکا تھا سرخ اینٹوں کا اور صحن سے آگے دو اطراف میں کھلے برآمدے تھے۔

برآمدے میں دیواروں کے ساتھ دو' تین چارپائیاں تھیں جن پر ڈبیوں والے کالے کھیس بچھے رہتے تھے۔ مجھے نانا کے گھر آنا ہمیشہ ہی اچھا لگتا تھا۔

گاڑی احاطے میں کھڑی کرکے جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو سارا برآمدہ دھوپ میں نہایا ہوا تھا۔ نانا برآمدے میں ہی کمبل اوڑھے چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور ذرا فاصلے پر موڑھے پر تائی جیراں بیٹھی تھی۔

تائی جیراں کون تھی میں تب نہیں جانتا تھا۔

امی تیزی سے نانا کی طرف بڑھی تھیں۔ نانا ہماری آواز سن کر اٹھ بیٹھے اور امی سے ملنے لگے تھے۔ میں اپنی چھوٹی بہن ایشاع کا ہاتھ پکڑے کھڑا تائی جیراں کو دیکھ رہا تھا' جو موڑھے پر بیٹھی تھی اور اس کے سامنے چلم پڑی تھی۔ وہ زمین پر پڑی ٹھیکی سے تمباکو نکال کر ہتھیلی پر رکھ کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑتی اور پھر چلم کی ٹوپی میں ڈال کر تمباکو کو تیلی سے سلگاتی اور چلم کی نے سے جو اس نے ہونٹوں تلے دبا رکھی تھی کش لگاتی۔ میں کھڑا دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا کہ جب ایشاع ہاتھ چھڑا کر امی کی طرف بھاگی میں نے چونک کر نظریں اس سے ہٹالیں اور نانا کی طرف بڑھا۔

"ہوئے میرا شہزادہ آیا ہے۔"

میں دوڑ کر ان کے گلے لگ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں ہی برآمدہ سب لوگوں سے بھر گیا تھا۔ نانی اماں' چھوٹی مامی اور ان کے بچے۔ چھوٹے ماما نصیر۔ یہ سب میرے جانے پہچانے تھے لیکن وہ جو موڑھے پر بیٹھی حقہ پی رہی تھی اسے میں نہیں جانتا تھا۔

"یہ تائی جیراں ہے۔" میرے ماموں زاد بھائی ظہیر نے جو میرا ہم عمر تھا' مجھے بتایا تھا۔

"جیراں!" مجھے یہ نام بڑا عجیب سا لگا تھا۔

"تایا منیر کی "ووہٹی (دلہن) ہے۔" ظہیر نے میری معلومات میں اضافہ کیا تھا۔

منیر میرے بڑے ماموں تھے لیکن میں نے ہوش

سنبھالنے کے بعد انہیں نہیں دیکھا تھا۔ امی بتاتی تھیں کہ میں چار سال کا تھا کہ وہ نانا سے کسی بات پر ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے تھے اور اب چھ سال بعد وہ چند دن پہلے گھر آئے تھے تو ان کے ساتھ تائی جیراں بھی تھیں۔

ظہیر نے مجھے بتایا کہ دادا نے پھپھو کو خط لکھ کر بلوایا ہے۔ "برادری کی روٹی کرنی ہے۔ گیا اتنے برسوں بعد آیا ہے اور پھر دلہن ساتھ لایا ہے۔"

اب امی، تائی جیراں سے مل رہی تھیں اور میں ظہیر کو چھوڑ کر امی کے پاس کھڑا ہو گیا تاکہ تائی جیراں کو قریب سے دیکھ سکوں۔

وہ کھڑی ہو کر امی سے گلے مل رہی تھی۔ اس کا لباس مجھے بہت دلچسپ لگا تھا۔ اس نے آتشی گلابی رنگ کی ریشمی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اس کے گریبان پر مردوں کی قمیصوں کی طرح لمبی پٹی پر کاج بنے ہوئے تھے اور ان میں سونے کے مینے والے بٹن لگے ہوئے تھے۔ یہ بٹن زنجیر کے ساتھ ایک دوسرے سے منسلک تھے۔ اسی طرح کے سونے کے مینے والے بٹن دادا کو عید پر بوسکی کے کرتے میں لگاتے دیکھا تھا۔ اس نے شلوار کے بجائے کالے رنگ کی ٹاسے کی لنگی باندھی ہوئی تھی۔ دادا کے گھر میں ان کا ملازم چارخانے والی لنگی باندھتا تھا۔ لیکن یہ تو عورت تھی۔ تائی جیراں تھی۔ ماموں منیر کی دلہن۔ میں نے اس سے پہلے کسی عورت کو ایسے کپڑے پہنے نہیں دیکھا تھا۔ وہ امی کے ساتھ کھڑی ان سے لمبی لگ رہی تھی۔ اس کا رنگ بے حد گورا تھا اور آنکھیں خوب بڑی بڑی جن میں کاجل کی لمبی دھاریں لگی ہوئی تھیں۔ اس کے ہونٹ بھرے بھرے اور بے حد گلابی تھے بغیر لپ اسٹک کے۔ اس کے کانوں میں بھی سرخ موتیوں والے جھمکے تھے۔

"یہ تمہارا بیٹا ہے۔ بالکل انگریز لگتا ہے یہ تو۔"

اس کی زبان بہت صاف تھی اور اس نے انگریز شاید مجھے میرے لباس کی وجہ سے کہا تھا۔ میں نے پینٹ شرٹ پر کوٹ پہن رکھا تھا۔ ورنہ میرا رنگ سانولا تھا۔

میں شرما کر امی کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر جھٹ پٹ میرے رخساروں پر کئی بوسے دیے اور اسی طرح ایشاع کو بھی خوب بھینچ بھینچ کر پیار کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بسورنے لگی تھی۔

اور یہ میری تائی جیراں سے پہلی ملاقات تھی۔ رشتے میں تو وہ میری مامی لگتی تھی لیکن میں اسے ظہیر کی دیکھا دیکھی تائی جیراں ہی کہنے لگا تھا اور ہمیشہ تائی جیراں ہی کہتا رہا تھا۔

ہم نانا کے گھر دس دن رہے تھے۔ ان دس دنوں میں میری تائی جیراں سے بہت دوستی ہو گئی تھی اور وہ مجھے چھوٹی مامی سے زیادہ اچھی لگنے لگی تھی۔ حالانکہ وہ خود دلہن تھی لیکن وہ میرے اور ایشاع کے بہت ناز اٹھاتی تھی اور رات کو سونے سے پہلے امی اور نانی کے پاؤں اور ٹانگیں بھی دباتی تھی۔ پتا نہیں یہ نانا نے اس سے کہا تھا یا وہ خود ہی ایسا کرتی تھی لیکن وہ گھر کے ہر فرد کی بہت خدمت کرتی تھی۔

اس روز جب ہم آئے تھے تو ماما منیر بہت دیر سے آئے تھے۔ شام گہری ہو گئی تھی اور میں نانی کے لحاف میں گھسا تھوڑا سا چہرہ لحاف سے باہر کیے مکئی کا مرنڈا کھا رہا تھا۔ جب ماما منیر اندر آئے انہوں نے بہت سارے شاپر اٹھا رکھے تھے۔ میں پہلی بار ماما منیر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ گھوڑا بوسکی کا کرتا سفید لٹھے کی کڑکڑ کرتی شلوار اور پاؤں میں تلے والے کھسے، چھ فٹ سے نکلتا قد۔ وہ تو کوئی فلمی ہیرو لگ رہے تھے۔

"بیٹھ جا منیر! کھڑا کیوں ہے؟" نانی اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔

"وہ۔ وہ جیراں کدھر ہے؟" ماما منیر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

"جہلم سے تیری بہن آئی ہے' اسی کے پاس بیٹھی ہے باورچی خانے میں۔"

میں لحاف کا کونا اٹھائے نانی کے پیچھے سے چھپ چھپ کر انہیں دیکھ رہا تھا۔ اتنے گورے چٹے لمبے بال زلفوں کی صورت کندھوں پر بکھرے تھے۔ سیدھی

مانگ نکالے وہ تو کچھ اور ہی لگ رہے تھے۔

یا اللہ یہ منیر ماما ہیں۔

☼ ☼ ☼

ماموں نصیر اور امی بھی خوش شکل تھے۔ لیکن منیر ماموں تو جیسے کسی اور ہی دنیا سے آئے لگ رہے تھے۔ مجھے ان سے شرم آ رہی تھی۔ اس لیے میں نے رضائی میں منہ چھپا لیا تھا۔ ماموں سامان چارپائی پر ہی چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ نانی اٹھ کر ان کا لایا ہوا سامان دیکھنے لگیں۔ ستاروں والے اور کڑھائی والے خوب صورت رنگوں کے زنانہ کپڑے تھے۔ کچھ میک اپ کا سامان وغیرہ تھا۔ نانی نے مجھے بتایا کہ ماموں شہر گئے ہوئے تھے دلہن کے لیے کپڑے لینے۔ ابھی تو کسی کو علم نہیں۔ اب برادری کی دعوت کریں گے تو سب ہی منیر کی دلہن دیکھنے آئیں گے۔

تائی جیراں اگر بہت خوب صورت تھی تو ماموں منیر بھی کم نہ تھے۔ تائی جیراں کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے اور وہ ان میں پراندہ ڈالتی تھی جو اس کے گھٹنوں سے نیچے تک آتا تھا۔ ایک بار جب وہ برآمدے میں دھوپ میں بیٹھی بالوں میں تیل لگا رہی تھی تو میں نے حیرت سے اس کے بالوں کو دیکھا تھا۔

"کیا دیکھتا ہے کاکے؟"

"آپ کے بال۔ میں نے اتنے لمبے اور اتنے زیادہ بال کبھی کسی کے نہیں دیکھے۔ یہ بہت خوب صورت ہیں۔"

"تیرا ماما بھی یہی کہتا ہے؟" تائی جیراں کے لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اتنی بڑی عورت کو شرماتے ہوئے بھی میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ لیکن اس مسکراہٹ نے جیسے اس کے پورے چہرے کو روشن کر دیا تھا۔ اس کے لبوں پر شرمیلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ اپنی چٹیا کو بل دے رہی تھی۔ آج اس نے شلوار پہنی ہوئی تھی۔ سبز طوطے رنگ کی شلوار پر کالے رنگ کی گلابی پھولوں والی قمیص تھی۔ نئے فیشن کی سلی ہوئی۔ یہ کپڑے ماموں شہر سے لائے تھے۔ ان دس دنوں میں پہلے دن کے سوا پھر میں نے اسے لنگی باندھے نہیں دیکھا تھا۔ اس روز میں نے تائی جیراں سے کہا۔

"تائی! آپ ہمیشہ ایسے کپڑے پہنا کریں۔ دادا کے گاؤں میں تو مرد ایسی لنگیاں پہنتے ہیں' چارخانوں والی بھی اور سادی بھی۔"

اور تائی جیراں زور سے ہنس پڑی تھی اور اس کے موتی جیسے دانت میں مبہوت ہو کر دیکھتا تھا۔

"پر ہمارے چک میں تو عورتیں بھی لنگیاں باندھتی ہیں۔ عورتیں ریشمی اور مرد سوتی۔ لیکن میں جب اسکول جاتی تھی تو شلوار پہنتی تھی۔ پوری تین جماعتیں پڑھی تھیں میں نے۔ پھر میرا ابا مر گیا تو اماں نے گھر میں بٹھا لیا۔ میری اماں اور میری دادی بھی لنگی باندھتی تھیں۔ میری دادی اور میری ماں دونوں ہی بڑی طاقت ور اور ڈاھڈی عورتیں تھیں۔"

"تو آپ اس لیے لنگی باندھتی تھیں کہ طاقت ور لگیں۔" تائی جیراں کی بات سے مجھے ایسا ہی لگا تھا۔

تائی جیراں پھر ہنس دی تھی۔ "میرا دادا نہیں تھا اور میرا باپ بھی جوانی میں مر گیا تھا۔ بھائی بھی نہیں تھا۔ میری دادی اور ماں کھیتوں میں خود کام کرتی تھیں مزدوروں کے ساتھ مل کر۔ ہماری تھوڑی سی زمین تھی لیکن اتنی تھوڑی بھی نہیں تھی۔"

وہ پھر ہنسی تھی۔

"اگر دادی اور ماں اتنی ڈاھڈی نہ ہوتیں تو لوگ ہمیں کھا ہی جاتے۔"

وہ جیسے کھو سی گئی تھی۔ چپ گم سم سی پتا نہیں کیا سوچتی تھی۔ شاید اپنی اماں اور دادی کو۔ پھر ماما آ گیا تھا اور وہ جیسے سوچوں سے باہر آ گئی اور شرمیلی نظروں سے ماما کو دیکھتی تھی۔ ساتھ ساتھ کھڑے دونوں بہت اچھے لگ رہے تھے۔ دونوں کی جوڑی بڑی صحیح تھی پر مجھے تائی جیراں کا نام پسند نہیں آیا تھا۔ یہ کیا نام ہوا بھلا جیراں؟

اور میں نے اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ تب تائی جیراں نے مجھے بتایا تھا کہ ان کا اصل نام نذیر بیگم ہے

اور مجھے یک دم ہنسی آگئی تھی۔ نذیر تو ہمارے بیٹ مین کا نام تھا۔

"لیکن سب مجھے جیراں کہتے تھے۔ اماں، دادی اور گاؤں والے۔"

یہ نام بھی مجھے پسند نہیں آیا تھا اور ان کی شخصیت سے تو بالکل میچ ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ تو اتنی نرم مزاج اور محبت کرنے والی تھیں۔ مجھے ایک دن بھی ان سے ڈر نہیں لگا تھا اور نذیر نے مجھے بتایا تھا اس کے نام کا مطلب ہے ڈرانے والا۔

"آپ کا نام میں نے شہزادی نیلوفر رکھ دیا ہے۔ بس۔"

ماما منیر نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر گھما ڈالا اور تائی جیراں ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

"سنو منیر خان! نور خان زمین دار کی بیٹی اور شہزادی۔ یہ کاکا بھی نا بس۔ شہزادیاں میرے جیسی تھوڑی ہوتی ہیں کاکے۔ وہ تو اونچے تختوں پر بیٹھتی ہیں اور جیراں تو کھیتوں کی مٹی میں رل کر پلی ہے۔"

"کاکا بالکل صحیح کہتا ہے۔ تو۔ تو سچ مچ شہزادی ہے۔ جیراں۔ میرے دل کی شہزادی۔ میری راجدھانی کی ملکہ۔ میری شہزادی نیلوفر۔"

ماما نے ایک بار پھر مجھے گھما ڈالا۔ تائی جیراں کی آنکھوں میں اتنی چمک ابھری جیسے ہزاروں ستارے ان میں اتر آئے ہوں اور رخسار یوں لگ رہے تھے جیسے کسی نے ان پر گلال مل دیا ہو۔

☼ ☼ ☼

"ماموں منیر تو بہت خوب صورت ہیں امی! بالکل فلمی ہیرو کی طرح۔"

دسویں دن جب ہم واپس آ رہے تھے۔ راستے میں میں نے امی سے کہا تھا۔

"ہاں۔ منیر تو ایسا ہی ہے میرا ویر شہزادوں جیسا۔ جب بوسکی کا کرتا پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر گلیوں میں سے گزرتا تھا تو لڑکیاں چھتوں پر منڈیروں کے پیچھے سے اور دروازوں کی اوٹ سے اسے دیکھتی تھیں۔ ایسی ایسی خاندانی لڑکیاں فدا تھیں اس پہ۔ پر اس کا دل تو چک چوراسی کی اس کم ذات کمہارن پر آگیا اور اسی کی خاطر ابا سے ناراض ہو کر گھر بار چھوڑ دیا تھا۔"

"لیکن تائی جیراں تو زمین دارن ہے۔ اس کے باپ کی ہماری طرح زمین ہے۔ جس میں وہ ہل چلاتا تھا۔"

"ہاں جیراں تو۔ پتا نہیں یہ جیراں کہاں سے اسے مل گئی۔ پتا نہیں اس کمہارن کا کیا ہوا۔ ویسے جیراں ہے اچھی۔ دل کی بھی اور شکل کی بھی۔ خاندانی بھی لگتی ہے۔ تولے بھر کے تو جھمکے پہنے ہوئے ہیں اور سونے کے بٹن بھی دو ڈھائی تولے سے کم کیا ہوں گے۔"

امی کے منہ سے تائی جیراں کی تعریف سن کر میں یوں خوش ہو گیا تھا جیسے امی نے میری تعریف کی ہو۔ ماموں منیر نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا کہ جیراں انہیں کہاں ملی تھی اور انہوں نے کیسے اس سے شادی کی۔ وہ جب ماموں کے ساتھ آئی تھی تو اس کے تن پر وہی جوڑا تھا۔ کالی ٹاسے کی لنگی اور آتشی گلابی سونے کے بٹنوں والی قمیص اور ساتھ کچھ نہیں تھا۔ پتا نہیں وہ بھگا کر لائے تھے یا۔ میں نے امی کو ابو سے کہتے سنا تھا۔

"بہر حال جو بھی ہو۔ گھر آ گیا۔ اماں ابا کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اب تو ابا بہت ہاتھ ملتے تھے کہ کیوں انہوں نے اسے تاجو سے شادی کرنے کی اجازت نہ دی۔ سب ذاتیں اللہ کی بنائی ہوئی اور سب انسان برابر ہیں۔"

"تو اس کا نام تاجو تھا جس سے ماموں پہلے شادی کرنا چاہتے تھے اور پتا نہیں وہ کیسی ہو گی۔ تائی جیراں جیسی یا اس سے زیادہ خوب صورت۔"

اس رات میں سونے سے پہلے سوچ رہا تھا اور پھر یہ سوال جیسے میرے دل کے اندر ہی کہیں ٹھہر گیا تھا میں نے سوچا اگر پھر کبھی میں ماموں سے ملا تو ضرور پوچھوں گا کہ تاجو زیادہ خوب صورت تھی یا تائی جیراں۔

☼ ☼ ☼
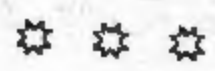
"جب میں نے دوسری بار تائی جیراں کو دیکھا تو میری عمر چودہ سال تھی۔ یعنی پورے چار سال بعد۔ جنوری کا مہینہ تھا گاؤں سے نانا کی بیماری کی اطلاع آئی تھی۔ ہم افراتفری میں گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے۔ ان دنوں ابو کھاریاں میں تھے۔ میں جب بھی چھٹیوں میں گھر آتا تھا تو امی مجھے بتاتی تھیں کہ جیراں تجھے بہت یاد کرتی ہے۔ بہت پوچھتی ہے تیرا۔ پھر میں بھی پوچھ لیتا کہ تائی جیراں کیسی ہے۔

"ارے بہت اچھی ہے میری بھرجائی۔ قسمت کا دھنی ہے میرا ویر۔ سارے گھر کو یوں سنبھالا ہوا ہے کہ تیری نانی تو سمجھ بس چارپائی پر بیٹھ کر عیش کرتی ہے۔"

میں اس کی تعریف سن کر خوش ہوتا تھا۔

صحن میں قدم رکھتے ہوئے میری نظریں بے اختیار برآمدے کی طرف اٹھی تھیں لیکن برآمدہ خالی تھا اور تائی جیراں احاطے کی طرف سے دودھ کی بھری بالٹی اٹھا کر اندر آ رہی تھی۔ اس نے پھول دار دوپٹا لیا ہوا تھا اور ہلکے نیلے رنگ کی شلوار قمیص پہنی ہوئی تھی۔ پتا نہیں کیوں میرا دل چاہا تھا کہ وہ اسی طرح کالی ٹاسے کی لنگی اور ریشمی آتشی گلابی قمیص پہنے بے نیازی سے بیٹھی چلم پی رہی ہوتی۔

"ارے کاکے!" وہ بالٹی برآمدے میں رکھ کر میرے قریب آئی۔ "ارے یہ تو ہے کاکے! اتنا لمبا ہو گیا ہے تو۔" وہ بہت اشتیاق سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں اس کے پیار کرنے پر شرما گیا تھا۔

"میرا نام عثمان ہے۔ مجھے کاکا نہیں بلائیں۔"

"اچھا۔۔۔ نہیں بلاؤں گی پر مجھے تو کاکا ہی اچھا لگتا ہے۔"

پھر میں جتنے دن وہاں رہا، وہ مجھے کاکا ہی بلاتی رہی اور اس پہلے دن کے علاوہ میں نے پھر اسے کاکا بلانے سے منع نہیں کیا۔

اس بار ہم تقریباً" دو ہفتے رہے تھے۔ کیونکہ نانا کی طبیعت ٹھیک ہوتے ہوتے پھر خراب ہو جاتی تھی۔ ان دو ہفتوں میں تائی جیراں کو میں نے صبح منہ اندھیرے اٹھتے اور رات گئے تک کام کرتے دیکھا تھا۔ وہ صبح کاڑھنی میں بچا ہوا دودھ کوئلوں کی دھیمی آنچ پر رکھ دیتی تھی جو سارا دن کڑھتا رہتا۔ پھر رات میں اسے جاگ لگا کر رکھ دیتی تھی اور پھر صبح صبح اٹھ کر جب میں برآمدے میں آتا تو وہ برآمدے میں دائیں طرف پیڑھی پر بیٹھی لسی بلو رہی ہوتی تھی۔ مدھانی کی رسیوں کے ساتھ اس کے بازوؤں کی حرکت کو میں دلچسپی سے چارپائی پر بیٹھا دیکھتا رہتا۔ گاہے گاہے وہ مڑ کر مجھے بھی دیکھتی اور مسکراتی۔

وہ چاٹی میں سے مکھن نکال کر بڑے سے گول پیالے میں رکھتی جاتی تھی اور جب سارا مکھن تیار ہو جاتا تو وہ باورچی خانے کی طرف چلی جاتی۔

اس اثنا میں سب ہی اٹھ کر اپنے اپنے کمروں سے نکل کر باورچی خانے میں جمع ہو جاتے۔ باورچی خانہ بہت بڑا تھا۔ اسی باورچی خانے میں ایک طرف دیوار کے ساتھ گدا بچھا ہوا تھا جس پر نیلے رنگ کی گلابی دھاریوں والی چادر بچھی رہتی تھی۔ سب اسی گدے پر بیٹھ جاتے اور وہ گرم گرم پھلکے پکا کر ان پر مکھن رکھ کر سب کو دیتی جاتی۔ ساتھ میں رات کا بچا سالن اور چائے۔ سردیوں میں تینوں وقت سب باورچی خانے میں ہی کھاتے پیتے تھے۔ چولہے کے پاس بیٹھے ہوئے روٹیاں پکاتے ہوئے بھی گاہے گاہے وہ ماموں کی طرف دیکھتی اور اس کے گالوں پر وہی گلال بکھر جاتا تھا، جو چار سال پہلے ماما کی طرف دیکھتے ہوئے بکھرتا۔ ان دو ہفتوں میں اس نے مجھ سے بہت ساری باتیں بھی کی تھیں۔

وہ سارا دن کام میں مصروف رہتی۔ ماموں گھر آتے تو پھر جیسے وہ ان کے گرد چکراتی پھرتی تھی۔ کبھی دودھ گرم کر کے دے رہی ہے۔ کبھی پاؤں دبا رہی ہے۔ کبھی کپڑے استری کر رہی ہے۔ امی صحیح تو کہتی تھیں۔ منیر بہت خوش قسمت ہے۔ چھوٹی مامی تو نصیر ماموں کی اتنی پروا نہیں کرتی جتنی تائی جیراں منیر ماموں کی کرتی تھی، بلکہ تائی جیراں نے تو چھوٹی مامی کے بچوں کے بھی بہت سارے کام سنبھال لیے تھے۔ کبھی فاران کی تختی دھو کر اس پر گاچی لگا رہی ہے۔ کبھی ظہیر کے

کپڑے استری کیے جا رہے ہیں۔ بھی منی کو نہلایا جا رہا ہے۔

ان دو ہفتوں میں... میں نے تائی جیراں کو سب کی خدمت میں کھڑے دیکھا تھا۔ سب ہی اس سے خوش تھے۔ ایک دن وہ بالٹی اٹھائے دودھ دوہنے احاطے میں جا رہی تھی تو میں بھی ساتھ چل دیا۔ احاطے میں بھینس نہیں تھی، شاید کسا نہلانے کے لیے چھپڑ پر لے گیا تھا اور ابھی واپس نہیں آیا تھا۔ تائی جیراں اور میں وہیں چبوترے پر بیٹھ گئے۔ تائی جیراں سامنے درختوں پر بیٹھے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے وہ بہت اداس لگی تھی۔ گپ چپ سی کچھ سوچتی ہوئی۔

"آپ کیا سوچتی ہیں تائی جیراں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں یوں ہی چڑیوں کو دیکھتی ہوں۔ ہمارے گھر میں بھی درختوں پر صبح صبح ہی چڑیاں شور مچانے لگتی تھیں۔"

"آپ کو اپنی دادی اور اماں یاد آتی ہیں۔ کیا وہ ادھر ملنے آتی ہیں آپ سے اور آپ جاتی ہیں ان سے ملنے۔"

وہ کچھ دیر یوں ہی خاموش سی بیٹھی رہی، پھر سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔

"کاکے!" اس کی خوب صورت آنکھوں میں جیسے نمی سی پھیل گئی تھی۔ "مائیں بھی کبھی بھولتی ہیں۔ چاہے خود ماں، دادی، نانی بن جاؤ پر مائیں تو یہاں دل میں بستی ہیں کاکے، اٹھتے بیٹھتے یاد نہ بھی کرو تو منہ سے ہائے ماں نکل جاتا ہے۔ مجھے بھی نہ اماں بھولتی ہے نہ دادی۔ میری دادی تو میری شادی سے کچھ پہلے ہی مر گئی تھی اور اماں... اماں پتا نہیں کیسی ہوگی اب۔"

وہ پھر چپ ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی اور میں تجسس سے اسے دیکھتا تھا۔ یہ پہلا موقع، جب وہ اپنے متعلق کچھ بتانے لگی تھی مجھے۔ ورنہ کبھی جو امی، چھوٹی امی اور تائی اکیلی ہوتیں تو ضرور ایک دوسرے سے کہتی تھیں۔

"چار سال گزر گئے۔ نہ منیر امنہ سے کچھ پھوٹا، نہ جیراں نے بتایا کہ کیسے اور کیوں۔ جیراں کے پچھلے بھی

منیرے کے سنگ نور کرا بھیج کر غافل ہو گئے۔"

میں اپنے اندر غبارے کی طرح پھول گیا۔ معتبر سا ہو گیا کہ یہ میں ہوں پورے گھر میں سے جیراں نے صرف مجھے چنا ہے اپنے متعلق کچھ بتانے کے لیے۔

"کیوں تائی جیراں! آپ اپنے چک کبھی نہیں گئیں، کیا ماموں نے منع کیا ہے؟"

"نہ..." اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "بس جس رات تیرے ماے سے میرا نکاح ہوا تھا اس رات اماں نے مجھے کہا تھا۔ آج کے بعد سمجھنا تیرا میکہ کوئی نہیں۔ مڑ کر پیچھے نہ دیکھنا۔" اس نے ایک آہ بھری تھی۔

"کیوں تائی جیراں! کیا آپ کی اماں کو ماموں اچھے نہیں لگتے تھے۔"

"نہیں... یہ بات نہیں تھی۔ بڑی ڈونگی (گہری) باتیں ہیں یہ تو نہیں سمجھے گا۔"

"آپ بتاؤ نا... میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں، پورے چودہ سال کا ہوں۔"

"اچھا..." وہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"ہاں تو بڑا ہو گیا ہے کاکے!"

کچھ دیر کے لیے وہ پھر کھو گئی تھی۔ میں کبھی سامنے درختوں کے پیچھے افق کے کنارے سورج کے سرخ گولے کو دیکھتا تھا اور کبھی تائی جیراں کو۔ پھر اس نے سر اٹھایا۔

"میں نے تجھے بتایا تھا نا کاکے! میری اماں اور دادی بڑی ڈاھڈی (سخت) تھیں۔ پر پھر بھی عورتیں تھیں نا اکیلی، بے آسرا... وہ کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔ خود غلہ منڈی لے کر جاتی تھیں۔ جانوروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ چارہ کاٹ کر لاتا، دودھ، شہد صبح صبح ریڑھے پر لے کر جاتا۔ پیسے دھیلے کی کمی نہیں تھی۔ میں نے کئی بار اماں سے کہا تھا۔ دادی کے بجائے مجھے کھیتوں میں لے جایا کر۔ پر نہ دادی مانتی تھی نہ اماں۔ ساری احتیاطیں دھری ہی رہ گئیں۔ زمین دار محمد شریف کا بیٹا شریف میرے پیچھے پڑ گیا۔ "شادی کر لو ورنہ اٹھا کر لے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "تجھ سے

شادی کرنے سے اچھا ہے ساری عمر بیٹھی رہوں۔"

"کیوں تائی! بہت برا تھا کیا؟"

"شکل صورت کا اچھا تھا، اونچا لمبا۔ تیرے ماے کی طرح۔ خاندانی بھی تھا۔ پیسے دھیلے کی ادھر بھی کمی نہیں تھی۔ پر سو برائیوں کی ایک برائی۔ ہری چک تھا کمبخت... لالچی... زمینوں اور گھر پر بھی نظر تھی اس کی۔"

تائی جیراں نے کچھ اور بھی کہا تھا لیکن میں تو "ہری چک" میں الجھا ہوا تھا۔

"یہ ہری چک کیا ہوتا ہے تائی جیراں؟"

تائی جیراں کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"بس... جہاں اچھی لڑکی دیکھی، وہیں ڈھیر ہو گیا۔ پہلے ثریا کے پیچھے بھاگتا رہا۔ راجوں کی کڑی تھی۔ پھر مہرو کے دروازے پر نظر آنے لگا تھا۔ اس کے بعد میرے پیچھے پڑ گیا تھا۔"

"یعنی بے وفا۔"

"ہاں بے وفا بھی اور لالچی بھی۔ جب میں نے اسے دھتکار دیا تو اس نے مجھے اپنی ضد بنا لیا۔ ہماری کھڑی فصلوں کو آگ لگا دی۔ دادی مر گئی تو ایک رات گھر کے صحن میں کود آیا۔ اماں ڈر گئی۔ اماں نے کہا۔ ضد چھوڑ دے جیراں! ہم اکیلی عورتیں ہیں۔ مقابلہ نہیں کر سکیں گی۔ پھر پیسے والا ہے۔ شکل و صورت والا... تجھے بھلا اس سے اچھا بر کہاں ملے گا۔ میں نے کہا... "بھلے کالا چوہڑا کیوں نہ ہو۔ بھوکا ننگا ہو، پر ہرجائی نہ ہو۔ در در منہ مارنے والا۔" اماں بے چاری چپ کر گئی تھی۔"

"ماموں کہاں ملے تھے تائی؟" میں نے جلدی سے پوچھا، کیونکہ کسا بھینس اور اس کی کٹی کو ہانکتا ہوا احاطے میں لا رہا تھا اور پھر تائی جیراں نے اٹھ جانا تھا۔

"تیرا ماما... چھنو کی شادی میں بارات کے ساتھ آیا تھا۔ چھنو میری سہیلی تھی اور بارات پار گاؤں سے آئی تھی۔ رات بارات نے ادھر ہی رہنا تھا۔ میں رات میں باہر نکلی تھی گھر جانے کے لیے اور تیرا ماما بھی کسی کام سے نکلا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا۔"

"اور پھر دیکھتے رہ گئے۔" میں نے بات کاٹی اور تائی جیراں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہی شرمیلی سی مسکراہٹ۔

"تیرے ماے نے رشتہ ڈال دیا۔ چھنو اور اس کا خاوند آئے تھے رشتہ لے کر۔ پھر پتا نہیں کیسے شریفے کو پتا چل گیا اور اس نے دھمکی دی کہ کوئی مائی کا لال جیراں کی ڈولی لینے آئے گا تو ٹوٹے کر کے پھینک دوں گا کھیتوں میں۔ اماں نے کہا جیراں مان جا اور میں بھی گئی۔ ہرگز نہیں اماں! تو چھنو کے خاوند سے کہہ دے، مجھے اس کے سنگی کا رشتہ منظور ہے۔

ماں نے کہا۔ تجھے کیا پتا جیراں! وہ کیسا ہے؟ شکل و صورت والا ہے۔ کیا پتا وہ کتنوں کے پیچھے لور لور پھرتا ہو گا۔ پر مجھے یقین تھا کاکے! تیرا ماما ایسا نہیں ہو گا۔ میں نے اماں سے کہا کہ یقین تو یہاں ہوتا ہے نا دل میں، پھر بھی تو اسے بلا، میں بات کروں گی۔ ہم عام عورتیں نہیں تھیں کاکے! ہم مردوں کی طرح کام کرنے والی عورتیں تھیں۔ میں نے تیرے ماے سے ایک ہی بات کی تھی۔ سو باتوں کی ایک بات... میرا دل شیشے کی طرح شفاف ہے اور تیرے آگے پیچھے دل میں اگر کوئی ہے تو بتا دے مجھے۔ در در منہ مارنے والے مجھے پسند نہیں۔ میرے دل میں بھی آگے، نہ پیچھے کوئی نہیں ہے۔ تیرے ماے نے کہا تھا۔ بس پھر اماں نے تیرے ماے سے کہہ دیا کہ چوری سے آ کر نکاح پڑھوا لے اور پھر لے جا اسے اور مڑ کر نہ آنا۔ شریفا تجھے تو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے بھی رول دے گا۔"

"مر اماں...!" میں کرلائی تھی۔

"بس اب چپ کر جا۔ میری حیاتی چار دن کی ہے۔ اور... یہ مائیں بھی بڑی عجیب ہوتی ہیں کاکے! میری ماں بھی ایسی ہی تھی۔ اس نے میری آنکھوں کو پڑھ لیا تھا اور خود تنہائی سے سودا کر کے مجھے تیرے ماے کے ساتھ بھیج دیا۔ عمر بھر کی جمع پونجی بھی ساتھ کر دی، پر راستے میں ہم لٹ گئے۔ کوئی کمبخت اسٹیشن پر سے بکسا ہی اٹھا کر لے گیا۔ پتا نہیں کیوں آنکھ لگ گئی تھی ہم دونوں کی۔"

کرے نے بھینس کلے سے باندھ دی تھی اور اب تائی جیراں کو آواز دے رہا تھا۔ تائی جیراں اٹھ گئی اور میرا سینہ جیسے کسی بھاری راز سے بوجھل ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا تھا میں تائی جیراں سے کہوں گا کہ اگر وہ ظریف سے شادی کر لیتی تو کیا پتا' پھر وہ کسی اور دروازے پر نہ جاتا۔ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہمیشہ کے لیے اور تائی جیراں تو ایسی تھی کہ جو ایک بار اس کا ہو جاتا ہمیشہ اسی کا رہتا اور اس طرح اپنی ماں سے بھی دور نہ ہوتی۔ لیکن میں یہ بات اس سے نہ کہہ سکا اور ہم واپس کھاریاں آ گئے۔ لیکن آنے سے پہلے میرے منہ سے وہ سوال نکل گیا جو چار سال پہلے میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ ہم احاطے میں کھڑے تھے اور کرا ڈرائیور کے ساتھ مل کر ہمارا سامان گاڑی میں رکھ رہا تھا۔

ماموں منیر نے مجھے گلے لگایا تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ماموں! سچ بتائیں۔ تائی جیراں زیادہ خوب صورت ہے یا ماجو زیادہ خوب صورت تھی؟؟"

میں نے تائی جیراں کی طرف دیکھا' جو اشفاع کو پیار کر رہی تھی۔ آج وہ ہر دن سے زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ ماموں شہر سے اس کے لیے ناک کی لونگ لائے تھے۔ سفید رنگ جو دمکتا تو پورا چہرہ جگ جاتا تھا۔ اس نے سرخ پھول دار سوٹ پر کالی سرخ پھولوں والی شال اوڑھ رکھی تھی۔

"تائی جیراں' ماجو کمہارن سے زیادہ خوب صورت ہے نا؟"

تائی جیراں کی آنکھوں میں حیرت اتری تھی اور وہ منہ اٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔

"یہ ماجو کون ہے کاکے؟"

"آپ کو نہیں پتا تائی جیراں! ماموں اسی کی خاطر تو نانا سے ناراض ہو کر گھر سے نکلے تھے۔"

اور مجھے لگا تھا جیسے تائی جیراں کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اور ماموں ساکت کھڑے تھے۔ ایک لمحے کے لیے مجھے لگا' جیسے میں نے کچھ غلط کر دیا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے کر موتے نے آواز دی تھی۔

"آجائیں صاحب! سامان رکھ دیا ہے" اور پھر سب ہم سے ملنے لگے اور ہم نانا کے گھر سے واپس کھاریاں آ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

اور پھر تیسری اور آخری بار میں نے تائی جیراں کو تقریباً" ڈھائی سال بعد دیکھا تھا۔ میں اپنا اے لیول کا امتحان دے کر فارغ ہوا۔ تو میں نے نانا کی طرف جانے کا پروگرام بنا لیا۔ میرا ارادہ تھا کہ چند دن نانا کی طرف رہ کر دادا جان کے پاس چلا جاؤں گا۔ امی اور ابو راولپنڈی میں تھے۔

نانا کے گھر میں سب ہی مجھے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ نانا کافی کمزور ہو گئے تھے اور تائی جیراں بھی مجھے بجھی بجھی سی لگی تھی۔ وہ کام کرتے کرتے کھو جاتی تھی۔ گپ چپ' پتا نہیں کیا سوچتی رہتی تھی۔ لسی بلوتے اس کے ہاتھ رک جاتے۔ نالی کی ٹانگیں دباتے دباتے کہیں کھو جاتی تھی۔ پتا نہیں تائی جیراں کو کیا ہو گیا تھا۔

ماموں منیر بھی گھر میں کم ہی نظر آتے تھے۔ ورنہ پہلے تو بہانے بہانے تائی جیراں کے آس پاس چکر لگاتے پھرتے تھے۔

"شاید اولاد نہ ہونے کی وجہ سے۔" میں نے سوچا اور ایک دن تائی سے پوچھ بھی لیا تھا۔

"نہیں۔ نہیں تو۔ یہ دینے والے کی مرضی دے نہ دے۔ ہم بندے تو بس دعا ہی کر سکتے ہیں کاکے!"

"پھر آپ اتنی چپ چپ کیوں رہتی ہیں؟"

"بوڑھی ہو گئی ہوں۔ اب کیا ٹھٹھے لگاتی اچھی لگوں گی۔"

وہ ہنسی تھی لیکن اس کی آنکھیں بالکل ساکت تھیں۔ ان میں دور دور تک کسی ہنسی کا نشان نہیں تھا اور یہ اسی رات کی بات تھی۔ میں ظہیر کے کمرے میں سونے کے لیے گیا تو ظہیر نے مجھے بتایا۔

"عثمان! تجھے ایک بات بتاؤں' پر دیکھ کسی سے مت کہنا۔"

"بول! نہیں کہوں گا۔"

"پتا ہے۔" وہ اپنی چارپائی سے اٹھ کر میری چارپائی پر آ کر بیٹھ گیا۔ "یہ جو منیر تایا ہے نا اس کا چکر چل رہا ہے۔ وہ چاچا فیروز نہیں ہے؟"

"کون چاچا فیروز؟" میں گاؤں بہت کم آتا تھا۔ اس لیے بہت کم لوگوں کو جانتا تھا۔

"ارے وہی جو سردار ماما کی حویلی کے باہر پیپل تلے بیٹھا ہوتا ہے۔ جوتے گانٹھتا ہے۔"

"ہاں۔ ہاں چاچا فیروز۔" مجھے یاد آ گیا۔

"بڑا ہی نیک اور پرہیزگار بندہ ہے۔ سارے گاؤں والے عزت کرتے ہیں اس کی۔ اس کی بیوی کی بھانجی ہے میداں۔ نام تو اس کا حمیدہ ہے' پر سب میداں میداں بلاتے ہیں اسے۔ بڑی فیشن ایبل اور طرح دار ہے۔ شہر سے آئی ہے۔ سنا ہے ماں' باپ مر گئے ہیں تو چاچا فیروز کی بیوی اسے اپنے ساتھ لے آئی ہے۔ بس اسی کے ساتھ چکر ہے تایا کا۔"

"تجھے کیسے پتا۔ منیر ماموں تو جیراں تائی سے۔ اور کیا وہ جیراں تائی سے زیادہ خوب صورت ہے؟"

"خوب صورت تو نہیں' پر ادائیں بڑی آتی ہیں اسے۔ تایا تو دیوانہ ہو گیا ہے اس کا اور وہ بھی۔ گاؤں میں ایسی باتیں چھپتی کہاں ہیں۔ سب کو ہی پتا ہے۔ اماں کہتی ہے' تایا تو شروع سے ایسا ہی تھا۔"

"پھر تو تائی جیراں کو بھی پتا ہو گا۔"

میں نے سوچا' تائی جیراں اسی لیے چپ اور کھوئی کھوئی رہتی ہے۔

"پتا نہیں۔" ظہیر کو علم نہیں تھا۔

تائی جیراں نے ظریف سے اس لیے شادی نہیں کی تھی کہ وہ دل پھینک تھا اور اب ماموں۔

ظہیر اپنی چارپائی پر چلا گیا تھا اور میں تائی جیراں کے متعلق سوچتے سوچتے جانے کب سو گیا۔

صبح میری آنکھ منہ اندھیرے ہی کھل گئی تھی۔ کچھ دیر تو میں چارپائی پر لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر باہر آ گیا۔ باہر چڑیوں کا شور تھا اور دور کہیں مسجد میں صبح کی اذان ہو رہی تھی۔ میں صحن میں کھڑا ملگجے اندھیرے کو آہستہ آہستہ روشنی میں بدلتے دیکھ رہا تھا۔

میں نے تائی جیراں کو کمرے سے نکل کر برآمدے میں آتے دیکھا اور حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے چھ سال پہلے والی کالی ناڑے کی لنگی باندھی ہوئی تھی اور وہی آتشی گلابی ریشمی قمیص اور کالی پھولوں والی چادر۔ اس نے گردن اونچی کر کے برآمدے سے صحن میں ادھر ادھر دیکھے بغیر قدم رکھا تھا۔ جب بوکھلائے ہوئے ماموں منیر کمرے سے نکل کر اس کی طرف لپکے تھے۔

"سنو۔ سنو۔ جیراں کہاں جا رہی ہو۔ رکو تو بات تو سنو' مت جاؤ۔"

تائی جیراں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ اس وقت کسی ملکہ کی طرح ہی لگی تھی۔ اتنا وقار' اتنی بے نیازی تھی اس کے چہرے پر کہ میں مبہوت سا کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے رخ موڑ لیا اور قدم آگے بڑھائے۔ میں جیسے خواب سے بیدار ہو کر اس کی طرف لپکا۔ میرے کانوں میں ظہیر کی آواز آ رہی تھی۔ "تایا کا چکر چل رہا ہے۔"

"تائی۔ تائی آپ ماموں کو کیوں چھوڑ کر جا رہی ہیں۔"

وہ رکی اور اس نے ماموں کی طرف دیکھتے ہوئے زمین پر تھوک دیا۔ "تیرا ماما۔ ہری چک ہے کاکے!" اس کی آواز میں ہزاروں آنسوؤں کی نمی تھی۔ پھر وہ مڑی اور تیزی سے صحن کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی اور یہ آخری بار تھا' جب میں نے تائی جیراں کو دیکھا تھا۔

تائی جیراں کے جانے کے ایک ہفتے بعد ماموں نے میداں سے شادی کر لی تھی۔ تائی جیراں نے صحیح کہا تھا۔

ماموں ہری چک تھے۔ ⊛